عصر حاضر میں سفارت کاری کے اصول وضوابط: سیرت طیبہ کا اطلاقی مطالعہ

*فیاض احمد فاروق

Abstract

Diplomacy is a reflection of the values of nations and peoples, their cultural and civilization specificities, political choices, and their religious precepts and traditions. It is a portrait of the past, a reflection of the present and a vision of the future.. Diplomacy can be defined as the art and science of conducting international relations. Diplomacy according to the Islamic Shari'ah is one of the best ways to show the Islamic values, merits and advantages in conducting international affairs with non-Muslims. This research article explores the principles and tools of diplomacy used by Prophet in the first Islamic State of Madinah, and also to analyze the foundations and objectives of Islamic diplomacy. It further discusses briefly diplomacy under rightly guided Caliphs and also under Banu Umayyad. Keeping in view the discussed principles and tools, Pakistan can establish better relationship with other countries, achieve interests of the state and protect the rights of its citizens.

Key Words: Diplomacy, Qualities of diplomat, rule and regulation of diplomacy

تعارف

تمام معاشرتی اداروں میں ریاست کو خاص اہمیت حاصل ہے اور ریاستی نظام میں تصور حکومت کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں ریاست کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کا قیام اور استحکام شامل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں دیگر ریاستوں سے تعلقات کی نوعیت کا انحصار وزارت خارجہ کے ذریعے سے ممکن ہوتا ہے۔ وزارت خارجہ کا ایک اہم منصب سفراء کا تقرر ہوتا ہے جو اپنی سفارت کاری کے ذریعے مختلف ممالک میں رابطے کا کام کرتے ہیں۔ دور جدید میں سفارت کاری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آج ہم ایک گلوبل ولیج میں رہتے ہیں تو دوسرے ممالک کے درمیان ہمارے معاہدات، تعلقات اور مفاہمتیں عالمی اور زمینی ضرورتیں بھی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر سفارت کار اپنی بہترین سفارت کاری کے ذریعے دیگر ممالک کے ساتھ بہترین تعلقات استوار کرنے میں اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کرتا ہے . سفارت کاری اور اس کے اصول و ضوابط کا مفصل جائزہ لینے سے پہلے اس کے مفہوم کی مکمل وضاحت کی جائے تاکہ پوری بحث کو اس کے اصل مفہوم کے ساتھ سمجھا جا سکے۔ ذیل میں ان کی

* سابق ریسرچ سکالر، اسلامک ریسرچ سنٹر ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

وضاحت کی جاتی ہے۔

سفیر کا مفہوم

سفیر ایک ریاستی نمائندے کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے جس کا مقصد دو قوموں کا قریب لانا اور اپنے مفادات کو تحفظ دینا شامل ہوتا ہے۔ سفیر کا لفظ سفر سے بنا ہے، جس کا مطلب پردہ اٹھانے کے ہیں۔ جیسے امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں

سفر العمامة عن الراس اتحمار عن الوجه۔[1]

"اس نے سر سے پگڑی اور چہرے سے اوڑھنی اتار دی۔"

اس کے لیے سفر موضوحۃ کا لفظ بھی بولا جاتا ہے یعنی واضح کرنے کے لیے کسی چیز کو دور کر دینا جیسے "لسان العرب" میں ہے: سفرت المراۃ وجھا اذا کشف لنقاب عن وجھا۔[2]

"عورت نے اپنا چہرہ کھولا۔ جب اس نے نقاب کو اپنے چہرے سے دور کیا"

گویا سفر کا مطلب دور کرنا، ہٹانا یا کھولنا مراد ہے اور اسی سے لفظ سفیر بنتا ہے سفیر کی وضاحت بھی اہل لغت نے کر دی ہے۔"

سید محمد مرتضی زبیدی اپنی کتاب "تاج العروس" میں سفیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اما السفیر فھو الرسول المصلح بین القوم [3]

"سفیر قوم کے درمیان صلح کرانے والا فرستادہ ہے"

سفیر وہ بھیجا ہوا مصلح شخص ہوتا ہے جو لوگوں اور اقوام کے مابین صلح کرادے۔ علامہ ابن منظور افریقی نے بھی لسان العرب میں بطور دلیل یہ حدیث پیش کی ہے جو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیان فرمائی کہ:

ان الناس قد استسفرونی بینك وبینھم أی جعلو نی سفیرا۔ وھو الرسول المصلح بین القوم یقال سفرت بین القوم اذا سعیت بینھم فی الاصلاح۔ [4]

"لوگوں نے مجھے ہمارے درمیان سفیر بننے کے لیے کہا ہے، یعنی انہوں نے مجھے سفیر بنایا ہے اور سفیر، قاصد، ایلچی وہ ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے والا ہو، کہا جاتا ہے، میں نے لوگوں کے درمیان سفر کیا جبکہ میں نے ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کی"

عربی میں سفیر کو رسول بھی کہا جاتا ہے جیسے کہ "نبی اکرم ﷺ نے عامل بحرین منذر بن ساویٰ کی طرف لکھا" وان رسلی قد حمدوك " (میرے سفیروں نے تمہاری تعریف کی ہے)۔[5]

گویا سفیر وہ شخص ہے جو بھیجنے والے کے مقصد کو واضح انداز میں اس شخص تک پہنچاتا ہے جس کے لیے اسے بھیجا گیا ہو۔ وہ قوموں کے درمیان رابطے استوار کرتا ہے اور کشیدگی اور غلط فہمی کو دور کرتا ہے اور قوموں کے درمیان صلح کرانے والا ہوتا ہے۔

سفیر کا جدید مفہوم

سیاست کے میدان میں مہارت رکھنے والے اہل علم اور ملکی قانون کے ماہر علماء کرام نے سفیر کی کچھ تعریفیں اس طرح کی ہیں۔ عطیۃ اللہ احمد "القاموس السیاسی" میں رقم طراز ہیں:

"سفارت وہ والیٰ مرتبہ ہے کہ جو تعلقات مملکت اور ربط بین الفرق کا اعلیٰ طریقہ ہے اور وہ اس سیاسی جماعت کا صدر ہوتا ہے جس کو کسی مشن پر بھیجا گیا ہو اور سفارت کار کے نام سے گردانا جاتا ہے"۔[6]

اسماعیل بدوی اپنی کتاب "اختصاسات السلطۃ التنفیذیۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ " میں لکھتا ہے

" سفیر وہ بھیجا ہوا بندہ ہوگا جس کو کوئی بھی ملک کسی ڈپلومیٹک غرض کی تحقیق کے لیے بھیجتا ہے تاکہ ان کاموں کو مذاکرات افہام تفہیم اور دیگر ڈپلومیٹک کے ذریعے حل کیا جاسکے۔"[7]

گویا سفیر سے مراد کسی حکومت کا وہ نمائندہ ہے جس کو اپنی حکومت کی طرف سے بات چیت کرنے، اپنا موقف واضح کرنے اور دوسری حکومت یا قوم کا موقف سننے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

ڈپلومیسی کا مفہوم

سفارت کو انگریزی زبان میں Diplomacy ڈپلومیسی ([8]) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے معنی
"The management of international relations by negotiation"[9]
ڈپلومیسی گفت وشنید کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کا طریقہ کار ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

"A little examination will show that diplomacy through closely associated with international law is a separate sphere of intellectual exertion"[10]

"ایک مختصر تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ڈپلومیسی کا اگرچہ بین الاقوامی قانون کے ساتھ بہت قریبی رابطہ ہے،

تاہم وہ ایک ذہنی کاوش کی الگ الگ شکل ہے"۔

سفارت کی تاریخی اہمیت

قبل از اسلام جب عرب معاشرتی لحاظ سے مختلف گروہوں، جماعتوں اور قبیلوں میں منقسم رہے اور ان میں صدیوں پرانی رقابتیں اور دشمنیاں چلی آرہی تھیں، تب بھی وہ اصلاح احوال اور حل تنازعات کے لیے سفارت پر یقین رکھتے تھے۔ اور اپنے قبیلے سے سفارت کے لیے اس شخص کا انتخاب کرتے جو فصاحت وبالغت، ہمت وجرات، تہور وشجاعت اور معاملہ فہمی میں یکتائے روزگار ہوتا۔ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں لکھا ہے: "اسلام سے پہلے سفارت کے فرائض حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے سپرد تھے"۔[11]

صاحب الفاروق واضح کرتا ہے

"حضرت عمر فاروق چونکہ خاندان عدی سے تعلق رکھتے ہیں (جو قبیلہ قریش کی ایک شاخ ہے)۔ زمانہ اسلام سے قبل آپ کے جد اعلیٰ دادا عی" سفارت کے صیغے کے افسر تھے یعنی جب قریش کو کسی قبیلے کے ساتھ معاملہ پیش آتا تو یہ سفیر بن کر جایا کرتے تھے"۔[12]

آپ کے جد اعلیٰ کے انتقال کے بعد قریش نے حضرت عمر فاروق کو اس خاندانی منصب پر برقرار رکھا اور جب کبھی قریش کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو وہ آپ کو "سفارتی فرائض انجام دینے کے لیے بھیجتے تھے"[13]

اسی طرح علامہ علی الطنطاوی فاروق اعظم کے زمانہ جاہلیت کے سفارت کاری کا ذکر کیا ہے[14]

ابن جریر طبری لکھتے ہیں

"اسلامی ریاست کے ابتدائی دور میں نبی کریم ﷺ بھی دوسری ریاستوں سے معاملات طے کرنے کے لیے نمائندے بھیجتے تھے اور دوسری ریاستوں کے نمائندوں کو اپنے ہاں مدعو کیا جاتا تھا۔ معاہدات کی شرائط طے کرنے میں دونوں طرف سے ان نمائندوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط طے کرنے کا معاملہ اس کی ایک اعلیٰ ترین[15] مثال ہے۔ بہر حال یہی نمائندے آگے چل کر سفیر کہلائے۔ انہی کی بدولت ریاستوں کے درمیان تعلقات کو ایک موثر ذریعہ تسلیم کرلیا گیا ہے"۔[16]

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"عثمانی بادشاہوں کا خیال تھا کہ سولہویں صدی سے ابھرتے ہوئے یورپ کے ساتھ سفارتخانوں کا قیام عمل میں لاکر مستقل سفراء کے ذریعے مسلسل سفارتی تعلقات کا تجربہ کیا جائے اور یورپی ریاستوں اور

استنبول میں مستقل مشنری ادارے قائم کیے جائیں۔ ۱۷۹۲ء میں سلیم ثالث نے یورپ میں مستقل طور پر سکونتی سفارت خانے قائم کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ سب سے پہلا سفارت خانہ ۱۷۹۳ء میں لندن میں کھولا گیا، اس کے بعد وی آنا برلن اور پیرس میں بھی سفارت خانے کھولے گئے۔ اور ۱۸۲۱ء میں یونانی جنگ آزادی کے خاتمے پر بالکل بند کر دیئے گئے"۔[17]

اسی طرح ابن ہشام السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں:

" بنو قریظہ کو جنگ احزاب کے دوران سازش سے روکنے اور معاہد صلح واتحاد یاد دلانے کی غرض سے حضرت سعد بن معاذ اوسی، سعد بن عبادہ خزرجی اور عبد اللہ بن رواحہ خزرجی کو بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ بھیجا گیا۔[18] صلح حدیبیہ کے دوران قریش مکہ سے صلح کی گفت وشنید کے لیے کم از کم تین سفیروں حضرت خراش بن امیہ خزاعی، عثمان بن عفان اموی اور علی بن ابی طالب ہاشمی کی تقرری عمل میں آئی[19] دوسرے عرب قبائل اور شیوخ کے پاس جو نبوی سفارتیں روانہ کی گئی ان کی تعداد خاصی ہے۔ حضرت سلیط بن عمرو عامیر کو شاہان یمامہ کے پاس دعوت اسلام دے کر بھیجا گیا۔ اسی زمانے میں حضرات علاء بن حضرمی، عمرو بن عاص سہمی اور مہاجر بن ابی امیہ مخزومی کو بالترتیب بحرین، عمان اور حمیر (یمن) کے بادشاہوں کے دربار میں روانہ کیا گیا۔ متعدد دوسرے سیفروں میں حضرات تمیر بن خرشہ ثقفی، ظبیان بن مرثد سدوسی، عیاش بن ابی ربیۃ مخزومی، وحیہ بن خلیفہ کلبی اور علقمہ وعمرو فرزندان فغواء خزامی کو بالترتیب قبائل طائف، بکر بن وائل، حمیر، اسقف نجران اور ابوسفیان بن حرب اموی کے پاس روانہ کیا گیا۔ پہلی چار سفارتیں کلی طور سے مذہبی اور سیاسی تھیں جبکہ آخری دو سفارتیں قریش کے حاجت مندوں کے لیے مالی امداد لے کر گئی تھیں۔[20]

سفیر کی خصوصیات

چونکہ سفیر دوسرے ممالک میں قانونی نمائندہ ہوتا ہے اس لئے اس میں تمام اوصاف حمیدہ، ملکی حالات اور ملکی قوانین سے واقفیت ہوتی ہے۔ ذیل میں سفیر کی چند خصوصیات کا ذکر کی جاتی ہیں

1۔ خاندانی وجاہت کا مالک ہونا

اچھی سفارت کاری کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایسے شخص کو سفیر ہونا چاہیے جو خاندانی وجاہت کا مالک ہو تاکہ یہ وجاہت اس کی اور ملک کی عزت وتوقیر میں اضافے کا سبب بن سکے۔ نبی کریم ﷺ کی طرف

سے بادشاہوں کے پاس جانے والے سفیروں میں سب سے مشہور حضرت دحیہ کلبیؓ ہیں جو سب صحابہ کرام سے زیادہ حسین تھے۔[21] ابن الفراء اپنی کتاب رسل الملوک میں رقم طراز ہیں: "سفارت کا کام اس کے سپرد کیا جائے جو شرف وعزت اور شریف خاندان میں سے ہو اور صاحب ہمت ہو"[22]

نظام الملک طوسی "سیاست نامہ" میں لکھتے ہیں: سفیر اگر اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو گا تو اس کی خاندانی وجاہت بھی اس کی عزت افزائی کا باعث بنے گی" [23]

لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک ایسے شخص کو سفیر بنانا چاہیے جو اعلی خاندان اور حسب نسب میں اعلیٰ ہو تاکہ وہ ملک و قوم کے لیے باعث توقیر و فخر تسلیم کیا جائے۔

2۔ مختلف زبانوں کا ماہر ہونا

سفیروں کا مختلف زبانوں میں مہارت رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ جس ملک میں اپنے فرائض سرانجام دیں وہاں کے معاملات میں ان کی زبان میں ان سے تبادلہ خیال کریں۔ اگر ریاست نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو سفارت کاری کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے جاتے تھے جو غیر ملکی زبانوں کے ماہر اور ان کے بہترین ترجمان ہوتے تھے۔ ترجمانی کو نبی کریم ﷺ نے نہ صرف پسند کیا بلکہ غیر ملکی زبانوں کو جاننے اور سیکھنے کی ترغیب بھی دی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: **قال امرنی رسول اللهﷺ ان اتعلم السریانیته**[24] "مجھے نبی کریم ﷺ نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا"

ابن ہشام اپنی کتاب السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں: "صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کے لیے مختلف سلاطین کو جو سفارتیں روانہ فرمائی تھیں وہ تمام سفراء بھیجے گئے علاقوں کی زبانوں میں گفتگو کر سکتے تھے"۔[25]

اس لیے دور جدید کے ریاستی معاملات میں ایسے شخص کو سفیر بنایا جائے جو مختلف زبانوں کا علم رکھتا ہو اور خاص اسی مقصد کو سامنے رکھ کر مختلف زبانوں پر عبور بھی حاصل کرے تاکہ وہ بہتر طریقے سے سفارت کاری کے فرائض کو سرانجام دے سکے۔

3۔ سفیروں کا امین ہونا

امانت و دیانت انسان کے شخصی اوصاف میں شامل ہے اور سفیر کی شخصیت میں بھی ایسے اوصاف کا ہونا

ضروری ہے کیونکہ سفیر ریاست کا نمائندہ اور وزارت خارجہ کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔ اس لیے بھی سفیر ایک ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو کہ امین ہو کیونکہ اس کے پاس ریاست کے اہم راز ہوتے ہیں اس لیے یہ ان رازوں کی بھی حفاظت کرے اور اپنے فرائض کی بجا آوری احسن طریقے سے کرے۔ امام ابو الحسن الماوردی اپنی کتاب نصیحۃ الملوک میں لکھتے ہیں کہ

"ایسے شخص کو سفیر بنا کر نا بھیجا جائے جو پوری خبر دینے والا درست عقل والا، حاضر دماغ، ذہین، فصیح لہجہ والا، اچھی عبارت پڑھنے والا اچھی نصیحت کرنے والا اپنے دین دار اور امانت دار ہو، راز دار ہو اور لالچ سے بری ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی قسم کا نشہ یعنی شراب وغیرہ نہ کرتا ہو"۔[26]

سفیران نبوی کا طبقہ حکام نبوی حکمت عملی اور انتظامیہ کا ایک اہم حصہ تھا۔ پروفیسر یاسین مظہر صدیقی اپنی کتاب عہد نبوی کا نظام حکومت میں سفیروں کے اوصاف سے متعلق لکھتے ہیں

"ضروری اوصاف حکمت و فراست، دیانت وامانت، طاقت وفصاحت اور شخصیت وجاذبیت تھے۔ موقع ومحل کی موزونیت بھی ایک اضافی صفت تھی"۔[27]

دور جدید میں جس شخص کو سفارت کے عہدے پر فائز کیا جائے وہ اوصاف حمیدہ کا مالک ہو۔ امانت دار ہو کیونکہ ریاستی معاملات میں اعلیٰ عہدیدار کا امین ہونا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

4۔ سفارتی اہمیت سے واقفیت

سفیر ریاست کا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے جس شخص کو یہ ذمہ داری تفویض کی جائے اس کو اس ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔ سفارت کاری ریاست کی خارجہ پالیسی کا اہم عنصر ہے اس لیے اس عہدے پر اہل لوگوں کا تقرر ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس منصب پر اہل لوگوں کا تقرر کرتے تھے، اس کی اہمیت سے واقف تھے اور بخوبی اس حق کو ادا کر سکتے تھے۔[28]

تاریخی واقعات سے بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام سفارتیں انتہائی کامیاب ثابت ہوئیں۔ ابو الحسن الماوردی اپنی کتاب نصیحۃ الملوک میں لکھتے ہیں

"سفارت کاری کے لیے اموزوں شخص کا ہونا ضروری ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو، اس ذمہ داری سے واقف ہو، کام کرنے کی لگن رکھتا ہو اور اس کام کو آگے لے کر چلے"۔[29]

دور جدید کی ریاستوں میں اس عہدے پر ایسے شخص کا تقرر ہو جو بدلتے ہوئے حالات سے متعلق سفارت

کاری کی اہمیت سے واقف ہو، معاملات کو سلجھانا جانتا ہو اور ریاست کے باہمی تعلقات اور ان کی نوعیت سے بخوبی واقف ہو۔

5۔سفارتی آداب سے واقفیت

سفیر کو سفارتی آداب سے واقف ہونا چاہیے اور اس کے مطابق اپنا طرز عمل اختیار کرے۔ کسی کو اپنے طرز عمل سے نقصان یا تکلیف نہ دے بلکہ اپنی گفتگو اور طرز عمل ادب سے پیش کرے۔ ابن سعد اپنی کتاب طبقات الکبری میں لکھتے ہیں

''نبی کریم ﷺ نے جن سفراء کا تقرر کیا وہ آداب سفارت سے پوری طرح واقف ہوتے تھے اور ضروری کارروائی کرنے میں ماہر تھے روابط کے استحکام اور تعلقات خارجہ کی بہتری کے سلسلے میں ہدایا اور تحائف کا بھیجنا بھی عالمگیر روایات میں شامل تھا''۔[30]

تاریخی اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ جب سفیروں کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا، انہیں یرغمال بنایا گیا حتیٰ کہ بعض نمائندوں کو قتل تک بھی کیا گیا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عمل سے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ سفارتی نمائندے ہمیشہ قابل احترام ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا تحفظ ایک ریاست (خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی) پر لازم ہے۔ اس کی مثال عامر بن طفیل کے گستاخانہ رویے کے سامنے آپ ﷺ کا طرز عمل ہے۔[31] ابن ہشام اپنی کتاب السیرۃ النبویۃ میں لکھتے ہیں

اسی طرح ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب کے نمائندوں نے تمام سفارتی آداب کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **انا واللہ فولا ان الرسل لا تفعل**[32]''اگر قاصد کے قتل کا قاعدہ ہوتا تو ضرور میں تم دونوں کو قتل کرا دیتا''۔

دور جدید کی ریاستوں میں سفارتی آداب کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے اسی سے انسانی شخصیت کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور ریاستوں کے معاملات بھی بہتر انداز میں چلائے جاسکتے ہیں۔

6۔ مختلف ممالک کے حالات سے واقفیت

سفیر مختلف ممالک کے حالات اور ان کی ریاستی پالیسیوں سے واقف ہو ان سے متعلق اپنی ریاست کو لحہ بہ لحہ آگاہ کرتا رہے اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ باقاعدہ ارسال کرتا رہے تاکہ ریاست ان معلومات کی بنا

پر اپنی ریاستی پالیسیاں وضع کرتے ہوئے دیگر ریاستوں کے ساتھ اپنے بین الاقوامی تعلقات کو قائم و دائم رکھے۔ انسائیکلوپیڈیا آف امریکانہ میں لکھا ہے کہ

''سفیر حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے جس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی حکومت کے اہم معاملات کے بارے میں دوسری حکومت سے گفت وشنید کرے اور وہاں کے سربراہ مملکت سے وقتاً فوقتاً ملاقات کر کے اپنی مملکت کے لیے حقوق وفرائض کا تحفظ کرے۔'' [33]

آج کا دور سفارت اور ڈپلومیسی کا دور ہے۔ ایک نظریاتی مملکت کے سفراء کی ذمہ داریاں بہت اہم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے انتخاب اور تقرر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے اس چیز کا خیال رکھا کہ وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہوں، دین کا وسیع علم رکھتے ہوں، اپنے افکار وخیالات کا عمدہ طریقے سے اظہار کر سکیں، لوگوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوں اور جس قوم یا جس ملک میں بحیثیت سفیر جارہے ہوں وہاں کے حالات اور ان کی زبان کو سمجھتے ہوں۔

سفارت کاری کے اصول وضوابط

سفیر کی خصوصیات اور سفارت کاری کا عمومی جائزہ لینے کے بعد ہم دور حاضر کے حوالے سے سفارت کاری کے اصول وضوابط کا جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ سفیروں کی عزت و تکریم

سفارت کاری میں سفیروں کی عزت و تکریم سب سے اہم ہے۔ ہدایا اور تحائف کا تبادلہ کیا جائے تاکہ سفارت کاری کے ذریعے ریاستوں کے باہمی معاملات خوشگوار انداز میں چلائے جاسکیں۔ ابن ہشام اپنی کتاب السیرۃ النبویۃ میں لکھتے ہیں

''نبی کریم ﷺ ضرورت کے وقت مدینہ آنے والے سفراء اور وفود کی مالی امداد بھی فرماتے تھے۔ قبیلہ مزینہ کے وفد کے پاس جانے کے لیے کھانے پینے کا سامان پورا نہ تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ ان کے لیے اسباب وخورد ونوش کا انتظام کر دیا جائے''۔ [34]

قبیلہ بنو ثقیف کا وفد کی مثال سے بھی یہ واضح ہے۔ [35] جہاں تک سفیروں کے کے لیے الگ رہائش کے انتظام کا تعلق ہے تو ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی کتاب بین الاقوامی تعلقات میں لکھتے ہیں:

"سترہویں صدی عیسوی میں مستقل سیاسی نمائندگی کے وجود میں آنے سے قبل سیاسی وفود کو بیرونی ممالک میں عارضی اقامت ورہائش کا حق حاصل تھا"۔[36]

چناچہ دور جدید میں سفیروں کی عزت و تکریم کی جائے، رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے ا، باہمی تحائف کا تبادلہ ہو تا کہ ریاستوں کے باہمی تعلقات محبت واخوت کی بنیاد پر قائم ہو سکیں۔

2۔جغرافیائی حالات سے آگاہی

سفارت کا دیگر ریاستوں کے جغرافیائی حالات سے واقفیت ضروری ہے تاکہ اس کے مطابق ریاستی پالیسی کو تشکیل دیا جائے۔ قدیم ادوار میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ نظام الملک طوسی اپنی کتاب سیاست نامہ میں لکھتے ہیں:

"قدیم ریاستوں میں سفیروں کے ذریعے اس ملک کے راستوں کے نشیب و فراز سے آگاہی، ان کے پس منظر، دریاؤں، پہاڑوں، میدانی علاقوں، چراگاہوں اور پانی کے حصول کے ذرائع سے باخبر ہونا شامل ہوتا تھا۔ سفیروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس ملک کے سفیر بن کر گئے وہاں کے جغرافیائی حالات کا بغور مطالعہ ومشاہدہ کریں"۔[37]

دور جدید میں ریاستوں کے اندرونی حالات سے واقفیت ضروری ہے۔ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ریاستی پالیسی بنائی جائے گی اور پہلے سے موجود پالیسی پر نظر ثانی بھی کی جائے گی۔

3۔سفراء سے متعلق تحقیق و تفتیش

ریاست کو سفیروں سے متعلق باخبر رہنا چاہیے اور ان کے معاملات کی تحقیق و تفتیش کرنی چاہیے تاکہ دوسری ریاستوں اور ان میں سفیروں کے حالات اور سرگرمیوں کے بارے میں پوری آگاہی حاصل ہو امام ابوالحسن الماوردی "نصیحۃ الملوک" میں لکھتے ہیں

"بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اپنے سفیروں کے کام کی چھان پھٹک کر لیا کرے جن کو دشمنوں کی جانب بھیج دیا گیا ہو بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیغام رساں یعنی رسل کے معاملہ کی صحیح تحقیق و تفتیش کرے جن کو دشمن کے طرف بھیجا جاتا ہے"۔[38]

یہ سفارت کاری کا اہم پہلو ہے کہ سفیر کی شخصیت اور وطن سے محبت کے پیش نظر اس کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ ریاستوں کے باہمی تعلقات کو بہتر بنیادوں پر استوار کرے اور اپنے فرائض کی سرانجام

دہی ملکی مفاد کو پیش نظر رکھے۔اس لیے سفراء کے احوال اور ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی جائے گی۔دوسرا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے سفیر کے پاس ریاست کی حساس معلومات ہوتی ہیں اس لئے بھی سربراہ مملکت کو تمام سفیروں پر نظر رکھنی چاہیے اور خفیہ طریقوں سے جائزہ لیتے رہنا چاہیے تاکہ ریاستی معاملات اور خارجہ پالیسی کو امن و سلامتی کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

4۔سفراء کا مصلح ہونا

سفیر اپنی ذات سے زیادہ ہمیشہ ریاستی مفاد کے لیے کام کرتا ہے۔اس لیے حالت جنگ اور امن میں سفیر کا کردار مصلح والا ہونا چاہیے تاکہ وہ بگڑے ہوئے حالات میں ریاستوں کے مابین اصلاح کی فضاء کو قائم کر سکے۔ انسائیکلوپیڈیا آف امریکانہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"جنگ اور قیام امن سے متعلق سفیر کا کردار مصلح کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ سفیر قابل اعتماد بھی ہوتے ہیں۔انھیں اپنی حکومتوں کی طرف سے ہر قسم کے اختلافی معاملات نپٹانے اور مفادات کے حصول کی خاطر طریقہ کار پر بات چیت کرنے کا کلی اختیار حاصل ہوتا ہے"۔[39]

ہیٹ لینڈ ڈبلیو ای اپنی کتاب تاریخ جمہوریہ روما میں لکھتا ہے

"تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ ان سفیروں کو ریاستوں کے درمیان اختلافات کے تقاضوں کے پیش نظر امن اور جنگ کی صورت میں معاملات طے کرنے کے لیے بھیجا جاتا تھا"۔[40]

اس لیے واضح ہوتا ہے کہ کامیاب سفارت کاری کے لیے ضروری ہے کہ سفیر میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ نازک حالات میں دلیری سے معاملات کو سلجھا سکے،ریاستوں کے مابین غلط فہمیوں کو دور کر سکے اور واضح اور مثبت موقف پیش کر سکے۔

5۔ریاستی راز کی حفاظت

ریاست کے داخلی معاملات کو بیرونی عناصر سے چھپایا جاتا ہے اور بیرونی معاملات کو سفارت کاری کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔ریاستی پالیسی کے تحت ریاست کے اہم رازوں کا تحفظ کیا جاتا ہے اور اسے تمام لوگوں سے محفوظ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔امام محمد بن حسن الشیبانی اپنی کتاب السیر الکبیر میں لکھتے ہیں: "سفراء کو ہر قسم کی معلومات جو ان کے ملک کے مفاد میں نہ ہو نہ دی جائے"۔[41]

ایسی ریاستی پالیسی تشکیل دی جائے جس سے ریاست کے اہم راز کو سفارت کاروں پر آشکارا نہ کیا جائے

آج جدید ٹیکنالوجی کا دور ہے اور مختلف لوگ مختلف طریقوں سے ریاست کے اہم راز کو چرانے کی کوشش کرتے ہیں چناچہ ریاست کے لیے ان کا تحفظ بھی ضروری ہے۔

6۔سفارت کاری کے ذریعے معلومات کا تبادلہ

سفارت کاری کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ سفارت کاری کے ذریعے ممالک کے مابین معلومات کا تبادلہ ہو تاکہ یہ معلومات ریاستی نظم و نسق کے حوالے سے مفید و معاون ثابت ہوں۔امام محمد بن حسن الشیبانی"سیر الکبیر"میں لکھتے ہیں

"بطور خاص رابطوں کے وسائل کی ترقی اور معلومات کے مراکز و مصادر کے ہوتے ہوئے گزشتہ زمانوں میں دولت اسلامیہ اس امر میں احتیاط برتتے تھے کہ سفراء کو ہر قسم کی معلومات جو ان کے ملک کے مفاد میں نہ ہو نہ دی جائے اور مسلمانوں نے پناہ لی تھی معلومات جمع کرنے میں دشمن سے متعلق اپنے رسولوں کو تردد و شک کی وجہ سے مسلمانوں کے شہروں پر ان کے ساتھ مذاکرات کے لیے اجازت دیتی ہیں"۔[42]

7۔سفیروں کو امان دینا

سفیروں کو دوسری سہولیات کے ساتھ ساتھ امن و امان دی جائے تاکہ اسے بیرون ملک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے جان و مال کے تحفظ کا احساس رہے اور وہ اپنی ذمہ داریوں سے کلی طور پر عہدہ براہو سکے۔ابن کثیر لکھتے ہیں:

"جو شخص دارالحرب سے دارالسلام کی طرف کسی سفارتی کام، یا کاروبار، کے لیے آئے، یا صلح کی تلاش میں، یا جنگ بندی کی بات کرنے، یا جزیہ دینے یا اس طرح کے کسی دوسرے کام کی خاطر آئے اور تو جب تک وہ دارالسلام میں ٹھہرا رہے اسے اس وقت تک امان دی جائے گی یہاں تک کہ وہ اپنے ملک میں واپس چلا جائے۔[43]۔

فقہاء کے نزدیک سفیروں اور وفود کو تحفظ اور امان دینا جائز ہے اور سیاسی مندوب کو مسلمان ممالک میں معاہدہ امان کے بغیر بھی آنے کی اجازت ہے۔[44]

اگر معاصر قانون کا جائزہ لیا جائے تو اس میں سفیروں کے ساتھ بدعہدی اور غداری کو ممنوع قرار دینے کا ضابطہ ۱۹۰۷ء اور ۱۹۴۹ء میں بنایا گیا۔اس سے پہلے عیسائی لوگ مسلمان سفیروں کو قتل کرتے رہے مگر اسلامی تعلیمات کی پابندی کرتے ہوئے صلاح الدین ایوبی نے کبھی بھی عیسائیوں کے ساتھ اس طرح کا

سلوک نہیں کیا۔[45]

8۔سفراء کا تحفظ

ریاستی معاملات میں سفراء کا تحفظ شامل ہے اوراسلامی ریاست اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ سفراء کو جان ومال کا تحفظ دیا جائے گا ۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں اس کی عملی مثالیں ملتی ہیں کہ جب سفراء کو قتل کیا گیا تو آپ ﷺ نے قصاص لینے کے لیے کارروائی کی۔ اشرح السیر الکبیر میں اس اصول کی وضاحت کی گئی ہے: ان الرسول من الجانیبین یکون آمنا من غیر استیمان۔[46]

یعنی فریقین کی طرف سے (حالت جنگ میں) آنے والا ایلچی بغیر امان لیے بھی مامون ومحفوظ ہو گا۔ گویاہر حال میں سفیر کی جان ومال کا تحفظ شامل ہے،اگر اس اصول کی خلاف ورزی ہو گی تو اس کے خلاف رد عمل دیا جائے بلکہ قانونی کارروائی بھی کی جائے گی۔ نیز سفراء کے شخصی،عدالتی اور مالی تحفظ کا خیال رکھا جائے گا۔

نتائج بحث

ریاستی تنظیم کے لیے منظم اصول بنائے جاتے ہیں تاکہ دور جدید کی تقاضوں کے مطابق ان اصول و ضوابط کو منطبق کیا جائے۔ ریاستی نظام میں وزارت خارجہ یعنی دوسری ریاستوں سے تعلقات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہ بین الاقوامی تعلقات سفارت کاری کے ذریعے تشکیل پاتے ہیں۔ یہ دور سفارتی ڈپلومیسی کا دور ہے اور اسی سفارتی ڈپلومیسی کے ذریعے مختلف ریاستیں باہمی تعلقات کو درست بنیادوں پر قائم رکھتے ہیں۔ جمہوری اور منظم ریاستی نظام کے وجود میں آنے کے بعد ریاستی اداروں نے وسعت اختیار کی ہے اور اصول وضوابط وجود میں آتے ہیں اور یہ اصول وضوابط ریاستی نظام اور اس کی تنظیم میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اہل، دانشور اور اعلیٰ صفات کا حامل نہ صرف سفارت کاری کو بہتر انداز میں سرانجام دیتا ہے بلکہ ملکی اور بین الاقوامی تعلقات کے لیے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔ لہذا کہنے میں کوئی شک نہیں کہ ایک اچھا سفارت کار ہی ملکی اور بین الاقوامی تعلقات کے بہتر قیام میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اگر عصری تقاضوں کی روشنی میں ریاستی نظام میں سفارت کاری اور اس کے اصول وضوابط کو اختیار کیا جائے تو کوئی بعید نہیں ریاستی مفادات کا تحفظ اور شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے مختلف ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر نہ بنایا جاسکے۔

حوالہ جات

[1]راغب اصفہانی، امام، المفردات فی غریب القرآن تحقیق محمد سعید کیلانی، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۱ء،: ۲۳۳

[2]افریقی، ابن منظور، بوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، مطبع دار بیروت، ۱۹۵۵ء، ۴: ۳۷

[3]الحسینی، الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس و من جواہر القاموس، التراث العربیہ الکویت، ۱۹۷۳ء، ۱۲: ۴۱

[4]افریقی، لسان العرب، سفارۃ، مطبع بیروت، ۱۹۵۵ء،: ۳۵

[5]ڈاکٹر حمید اللہ، السیاسیۃ وثیقہ نمبر ۶۰،: ۷۷

[6]عطیۃ اللہ، احمد القاموس السیاسی، دار النھضۃ العربیۃ القاہرہ ۱۹۸۰ء،: ۶۴۴

[7]البدوی، اسماعیل، اختصاسات السلطۃ التنفیذیۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ، النظم الدستوریۃ المعاصرۃ،، دار النھضۃ العربیۃ، القاہرۃ، ۱۹۳ء،: ۲۱۰

[8] "The word diplomacy was first used in enlgish so late on 1796 by burke". Encyclopedia Britannica, published by university of Chicago, oxford, Cambridge and London, printed in great Bristian 1951, vol.7, p. 404

[9] The Encyclopedia of Islam, New edition 1965, prepared by a number of leading orientalists printed in the netherland, 1965, Vol II, (C.G) P. 694, Art elevi.

[10] Walter Dill, scoth, the American peoples encyclopedia, Chicago spener press INC. printed in U.S.A A. 1910 P.175 word diplomacy.

[11]ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدر آباد، مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۳۶ھ، ۲: ۴۱۵

[12]شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء، ا: ۲۰

[13]ہیکل محمد حسین، الفاروق عمر، مترجم حبیب اشعر، اسلامی کتب خانہ لاہور،: ۵۲

[14]ابن عبد البر، یوسف، بن عبد اللہ، الاستیعاب، ۲: ۴۱۵

[15]ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ بیروت، لبنان، مطبع دار احیاء التراث العربی، ۱۹۷۱ء، ۳: ۳۴۱۔۳۳۳

[16]طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ، مطبع حسینیہ، ا: ۵۲

[17] The encyclopedia of Islam, Vol, II, (C-G) Page. 694, Art, Elevi.

[18]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲ : ۳۰۳؛ واقدی، کتاب المغازی،: ۴۵۸

[19]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۳۱۵؛ واقدی، کتاب المغازی، ۳۔۶۰۰؛ ابن سعد، طبقات ابن سعد، ۲: ۷۔۹۶

[20]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳ : ۶۰۷ نیز ابن اسحاق ۶۵۴، ابن سعد، اول ۳۔ ۲۶۲، ۸۵۔۲۷۶؛ دوم،: ۱۲۸

[21]علامہ عینی، عمدۃ القاری، ا: ۹۳، ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ا: ۴۷۳

[22]ابن الفراء ابو علی الحسین بن محمد، رسل الملوک و من یصلح للرسالۃ والسفارۃ، تحقیق صالح الدین، الکتب الجدیدہ بیروت ۱۳۹۲ھ،: ۳۴

[23]نظام الملک طوسی، سیاست نامہ بزبان فارسی، مطبع پروین انجی پیرس، ۱۸۹۱ء،: ۸۷

[24]امام ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الاستیذان والاداب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ، حدیث نمبر ۲۷۱۵

[25]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۵۵

[26]الماوردی، نصیحۃ الملوک،: ۳۵

[27]صدیقی، یسین مظہر، پروفیسر، عہد نبوی کا نظام حکومت،: ۲۳

[28]ڈاکٹر نثار احمد، انتظام ریاست، نقوش رسول نمبر، شمارہ نمبر ۱۳۰، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۷۳، ۵ :۲۰۸

[29]امام ماوردی، نصیحۃ الملوک، ۲٦۷

[30]ابن سعد، طبقات ابن سعد، ۱: ۲٦۲

[31]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۲۳

[32]ایضا، ۴: ۲۹٦

[33] The Encyclopedia Americana corporation U.S.A 1961, Vol.1 Page 470

[34]ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۹۳

[35]ایضا

[36]وھبہ زحیلی، بین الاقوامی تعلقات،: ۲۱۱

[37]طوسی، نظام الملک، سیاست نامہ،:۸۷

[38]الماوردی، نصیحۃ الملوک،: 35

[39] The encyclopedia of Amricana printed in USA edition 1961,vi,p470

[40]ہیٹ لینڈ ڈبلیو ای، تاریخ جمہوریہ روما، مترجم حمید احمد انصاری، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ۱۹۴٦ء، ۴:۷

[41]امام محمد بن حسن الشیبانی، السیر الکبیر، ۲: ۵۱۵

[42]امام سرخسی، شرح السیر الکبیر، ۲: ۵۱۵

[43]ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۲: ۳۳

[44]امام سرخسی، شرح السیر الکبیر، ۱: ۱۹۹، ابو یوسف، کتاب الخراج،: ۱۸۸، امام سرخسی، المبسوط، ۱۰: ٦۲۷

[45]وھبہ زحیلی، بین الاقوامی تعلقات،: ۲۱۱

[46]امام سرخسی، شرح السیر الکبیر، ۵: ۲۳